The Use of Principles of *Dirāyah* in *Tafsīr Ibn Kathīr*

Anwar ul Haq[❁]
Tufail Hashimi[❁]

ABSTRACT

Tafsīr Ibn Kathīr is regarded very highly among exegesis of the Holy Qur'ān in the Muslim world. *Ibn Kathīr*, the exegete, has quoted many *aḥādīth* in an attempt to explain verses of the Holy Qur'ān. As pointed out by *Ibn Kathīr* himself, some of these *aḥādīth* have issues of authenticity. He has used a particular methodology for rejecting a *ḥadīth* which may apparently seem authentic due to its sound chain of narrators. This methodology in which reason and common sense is used to evaluate the authenticity of a *ḥadīth* is often called *'Ilm al-Dirāyah* in the sciences of *ḥadīth*. In this article, an attempt has been made to set out the *dirāyah*

❁ Ex-Lecturer, Department of Humanities & Sciences, National University of Sciences & Technology (NUST), Islamabad. (anwaralhaque2004@gmail.com)
❁ Professor, Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranawala. (tufailhashmi@gmail.com)

principles, using which *Ibn Kathīr* calls a *ḥadīth* unauthentic, which otherwise might be narrated by strong chain of narrators.

❁❁❁❁❁

تفسیر ابن کثیر میں اصول درایت کا استعمال

انوار الحق ۞
محمد طفیل ہاشمی ۞

روایت و درایت کا تعارف

ماہرین لغت کے نزدیک درایت کا لغوی معنی سمجھ بوجھ، معرفت، ادراک، علم اور اطلاع ہے۔[۱] حاجی خلیفہ[۲] نے علم درایت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد وہ علم ہے جس میں حدیث کے متن کا مفہوم اور اس کی مراد کو عربی قواعد، شرعی ضوابط اور نبی کریم ﷺ کے احوال کی مطابقت کے پہلوؤں کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ عام فہم الفاظ میں درایت کا معنی یہ ہے کہ سند کی درستی کے باوجود حدیث کے متن یعنی اصل الفاظ کو بھی پرکھا جائے کہ وہ قرآن وسنت اور دیگر مسلمہ اصول کے مطابق ہیں یا نہیں؛ جب کہ روایتِ حدیث سے مراد وہ علم ہے جس میں رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اقوال، افعال اور تقریرات نقل کیے جاتے ہیں۔[۳]

۞ سابق لیکچرر، شعبہ ہیومینیٹیز اینڈ سائنسز، نیشنل یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، اسلام آباد۔
(anwaralhaque2004@gmail.com)

۞ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گفٹ یونی ورسٹی، گجرانوالہ۔(tufailhashmi@gmail.com)

۱۔ حسین بن محمد الراغب الاصفہانی، **المفردات في غريب القرآن** (دمشق: دار القلم، ۱۴۱۲ھ)، ۱۵۵، مادہ: دری؛ محمد بن ابی بکر الرازی، **مختار الصحاح** (بیروت: مكتبة العصرية، ۱۹۹۴ء)، ۱۰۴؛ اسماعیل بن عباد بن العباس ابن عباد، **المحيط في اللغة** (بیروت: عالم الکتب، ۱۹۹۴ء)، ۲: ۳۵۵۔

۲۔ حاجی خلیفہ (۱۰۱۷ھ /۱۶۰۹ء۔ ۱۰۶۷ھ /۱۶۵۷ء) کا اصل نام مصطفی بن عبد اللہ ہے اور حاجی خلیفہ یا الحاج خلیفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ جائے ولادت و وفات قسطنطنیہ ہے۔ وہ عثمانی فوج سے وابستہ تھے۔ ان کی بعض تصنیفات کے نام یہ ہیں: **كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، تحفة الكبار في أسفار البحار، ميزان الحق، سلم الوصول إلى طبقات الفحول، تحفة الأخيار في الحكم والأمثال والأشعار** ملاحظہ ہو: خیر الدین بن محمود الزرکلی الدمشقی، **الأعلام** (بیروت: دار العلم للملایین، ۲۰۰۲ء)، ۷: ۲۳۷۔

۳۔ صبحی الصالح، **علوم الحديث ومصطلحه** (بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۸۱ء)، ۱: ۱۰۵۔

درایتی تحقیق کی ضرورت

حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں۔ سند اور متن۔ سند کی صحت علم جرح وتعدیل کے ذریعے جانچی جاتی ہے، جب کہ متن کی صحت کا دارو مدار درایت پر ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ احادیث کی صحت کا دارو مدار سند اور اتصال رواۃ کے ساتھ ساتھ درایت پر بھی ہے۔ رواۃ کے بارے میں کتب رجال میں موجود معلومات انسانی کاوشوں کا نتیجہ ہیں اور ان میں غلطی کا امکان موجود ہے۔ اس طرح رواۃ کے بارے میں دست یاب معلومات ناکافی ہیں نیز اکثر رواۃ کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کی آرا متعارض ہوتی ہیں اس لیے سند کی درستی کے باوجود متن کی صحت کے تعین کے لیے درایت کی ضرورت پڑتی ہے۔ درایت کا یہ طریقہ قرآن پاک میں بھی موجود ہے[۴] احادیث سے بھی ثابت ہے[۵] اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے ہاں بھی مستعمل رہا ہے۔[۶] یہی وجہ ہے کہ محدثین نے درایت کے تقاضوں پر پوری نہ اترنے والی بہت سی روایات کو قبول نہیں کیا اگرچہ ان کے راوی نہایت ثقہ اور اسانید بالکل متصل تھیں۔ محدثین کے یہ الفاظ منکر المتن، شاذ، مضطرب، غريب، فيه ظلمة، فيه نظر، فيه نكارة، يقشعر منه الجلد، لايطمئن له القلب، اس بات کی دلیل ہے کہ سند کی صحت کے باوجود وہ متن سے مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ محدثین نے روایت کے متن کی درایتی تحقیق کے بھی اصول وضع کیے ہیں۔ جلیل القدر محدث خطیب بغدادی[۷] نے اپنی کتاب **الفقيه والمتفقه** میں ان اصول کا ذکر کیا ہے۔[۸] امام ابن

۴۔ القرآن ۱۲: ۲۴؛ ۶: ۴۹۔

۵۔ علی بن عمر الدار قطنی، **سنن الدارقطني**، كِتَابُ عُمَرَؓ إِلَى اِبِي مُوسَي الْاَشْعَرِى (**بیروت:** مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۴ء)، ۵: ۳۷۰، رقم: ۴۴۷۳؛ احمد بن علی الخطیب البغدادی، **الكفاية في علم الرواية**، بَابٌ فِي وُجُوبِ اطِّرَاحِ الْمُنْكَرِ (مدینہ: مكتبة العلمية، ۱۴۰۹ھ)، ۱: ۴۳۰۔

۶۔ مسلم بن الحجاج قشیری، **الصحيح**، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ الْمَيِّتِ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ (**بیروت:** دار الفکر، ۲۰۰۳ء)، ۲: ۴۲۳، رقم: ۹۲۹۔

۷۔ خَطِیب البغدادی (۳۹۲ھ / ۱۰۰۲ء – ۴۶۳ھ / ۱۰۷۲ء) کا پورا نام احمد بن علی البغدادی اور کنیت ابو بکر ہے۔ حافظ، مؤرخ، فصیح اللسان اور تالیف وتصنیف کے شوقین تھے۔ ان کی ۵۶ تصانیف ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں: **تاريخ بغداد، البخلاء، الكفاية في علم الرواية، الفوائد المنتخبة، تقييد العلم** اور **الفقيه والمتفقه** ملاحظہ ہو: زرکلی، **الأعلام**، ۱: ۱۷۲۔

۸۔ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، **الفقيه و المتفقه**، بَابُ الْقَوْلِ فِيمَا يُرَدُّ بِهِ خَبَرُ الْوَاحِدِ، (السعودیہ: دار ابن

الجوزی[۹] نے اس ضمن میں کسی کا قول نقل کیا ہے کہ جب تم دیکھو کہ حدیث معقول یا منقول یا اصول کی مخالف ہو تو سمجھ لو کہ وہ موضوع ہے۔[۱۰] مولانا شبلی نعمانی نے بھی انہی اصول کا ذکر اپنی کتاب **سیرت النبی** میں کیا ہے۔[۱۱] درایت کے یہ اصول درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن مجید کے خلاف ہو۔

۲۔ حدیث متواتر یا سنت ثابتہ کے خلاف ہو۔

۳۔ اجماع قطعی کے خلاف ہو۔

۴۔ روایت عقل کے خلاف ہو۔

۵۔ روایت اصول مسلمہ کے خلاف ہو۔

۶۔ محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو۔

۷۔ معمولی بات پر سخت عذاب یا بہت زیادہ ثواب کا ذکر ہو۔

۸۔ وہ روایت رکیک المعنی ہو مثلاً کدو کو بغیر ذبح کیے نہ کھاؤ۔

۹۔ روایت میں مذکورہ واقعے کے گواہ بہت ہوں لیکن اسے صرف ایک راوی روایت کرے۔

اس مقالے میں تفسیر ابن کثیر کا مطالعہ کیا گیا ہے اور ان احادیث کی نشان دہی کی گئی ہے جن کے بارے میں خود امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے درایت پر مبنی رائے کا اظہار کیا ہے اور نتیجتاً ان کو قبول نہیں کیا۔

تفسیر ابن کثیر کا تعارف

قرآن مجید کی تفسیر تمام علوم دینیہ میں اشرف العلوم ہے۔ ہر دور میں اس کی تشریح و توضیح ہوئی ہے اور ہوتی رہے گی اور یہ عوام الناس تک اس کا صحیح مفہوم اور معنی پہنچانے کے لیے ضروری ہے۔ سلف صالحین ہی کے

الجوزی، ۱۴۲۱ھ)، ۳۵۳۔

۹۔ ابن الجوزی (۵۰۸ ھ/۱۱۱۴ء – ۵۹۷ ھ/۱۲۰۱ء) کا پورا نام عبد الرحمن بن علی الجوزی اور کنیت ابو الفرج ہے۔ جائے ولادت اور وفات بغداد ہے۔ آپ اپنے وقت کے تاریخ حدیث کے بڑے عالم تھے۔ کثیر التصانیف ہیں، ان کی تقریباً ۳۰۰ تصانیف ہیں۔ ملاحظہ ہو، زرکلی، **الأعلام**، ۳: ۳۱۷۔

۱۰۔ عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، **تدریب الراوي في شرح تقریب النواوي** (ریاض: مکتبة الکوثر، ۱۴۱۵ھ)، ۱: ۳۲۶۔

۱۱۔ شبلی نعمانی، **سیرت النبی** (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۱۲ء)، ۱: ۶۰۔

زمانے سے تفسیر قرآن، تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کی دو قسموں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ صحابہؓ، تابعین عظامؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے میں تفسیر بالماثور کو خوب اہمیت حاصل تھی اور یہی تفسیر کی اصل قسم ہے۔ تفسیر بالماثور کو تفسیر بالمنقول اور تفسیر بالروایہ بھی کہتے ہیں۔ تفسیر بالماثور میں کتاب اللہ کی تفسیر خود قرآن، احادیث، اقوال صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے اقوال سے کی جاتی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) نے بھی تفسیر بالماثور کے منہج پر اپنی تفسیر تحریر کی ہے، جس کا نام **تفسیر القرآن العظیم** ہے جو عرف عام میں تفسیر ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے۔ چناں چہ انھوں نے کتاب اللہ کی تفسیر قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اقوال صحابہ و تابعین سے کی ہے۔ بعض مقامات پر تفسیر بالرائے کا منہج بھی استعمال کیا ہے، لیکن ایسا بہت کم ہے۔ یہ تفسیر، تفسیر بالماثور ہونے کی وجہ سے ہر دور کے خاص و عام میں مقبول رہی ہے۔ اسے علما کے ہاں مرجع و مصدر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کو شہرت دوام حاصل ہوئی ہے۔ بعض مفسرین اسے **تفسیر طبری** سے افضل سمجھتے ہیں اور بعض **تفسیر طبری** کو اس سے افضل سمجھتے ہیں۔ متاخرین مفسرین شہرت کے لحاظ سے **تفسیر طبری** کے بعد اسے دوسرا مقام دیتے ہیں۔ محدثانہ نقطۂ نظر سے یہ سب سے زیادہ قابل اعتماد تفسیر ہے۔ متاخرین نے ایک بنیادی مصدر کی حیثیت سے اس سے خوب استفادہ کیا ہے۔ اس تفسیر کے مقام اور مرتبے کا اندازہ مؤرخین اور محدثین کے مندرجہ ذیل اقوال سے کیا جا سکتا ہے:

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ[۱۲] نے اس تفسیر کے بارے میں فرمایا ہے:

> ابن کثیر صاحب التصانیف ہیں جن میں سے ان کی مشہور تصنیف **تفسیر القرآن العظیم** ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ انھوں نے اس میں بہت سا مواد جمع کیا ہے اور مختلف مذاہب و مسالک کا نقطۂ نظر اور اخبار و آثار کا ذخیرہ نقل کر کے ان پر عمدہ بحث کی ہے۔ یہ تفسیر عمدہ تفاسیر میں شمار ہوتی ہے۔[۱۳]

علامہ احمد محمد شاکر[۱۴] اس تفسیر کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''امام مفسرین ابو جعفر طبری کی

۱۲- شوکانی: نام محمد بن علی الشوکانی الیمنی ہے۔ وہ ایک عظیم مفسر، فقیہ اور مجتہد تھے۔ ان کا تعلق یمن سے تھا۔ وہ شوکان نامی قریہ میں پیدا ہوئے تھے اس لیے ان کو شوکانی کہا جاتا ہے۔ سن ۱۱۷۳ ہجری بمطابق ۱۷۶۰ء کو پیدا ہوئے اور ۱۲۵۰ ہجری بمطابق ۱۸۳۴ء میں فوت ہوے، ملاحظہ ہو: زرکلی، **الأعلام**، ۶: ۲۹۸۔

۱۳- محمد بن علی بن محمد شوکانی، **البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۸ء)، ۱: ۱۰۳۔

۱۴- احمد محمد شاکر: نام احمد بن محمد شاکر بن احمد بن عبد القادر ہے۔ ۱۳۰۹ ہجری بمطابق ۱۸۹۲ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ پھر اپنے

تفسیر کے بعد ہم نے عمدگی اور گہرائی میں تفسیر ابن کثیر کو سب سے بہتر پایا۔"(۱۵)

تفسیر ابن کثیر میں درایتی تحقیق کی ضرورت

تفسیر ابن کثیر میں روایات وآثار بہ کثرت موجود ہیں جو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کے ساتھ شغف، محبت اور اس فن میں مہارت کی دلیل ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس تفسیر میں درج ہر روایت درست ہے بلکہ اس میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر طرح کی روایت موجود ہے۔ انھوں نے اس تفسیر میں بہت سی ضعیف اور موضوع روایات بھی نقل کر دی ہیں جیسا کہ اس دور کے مفسرین کا عمومی منہاج اور رویہ تھا۔ بعض اوقات تو خود ہی ایک روایت نقل کر کے اس کے ضعف یا وضع کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس تفسیر میں ایسی روایات بھی موجود ہیں جو روایت کے اصول کے مطابق تو صحیح ہیں لیکن ان کے متن میں شدید قسم کا اختلاف یا نکارت موجود ہے، جو قرآن وسنت کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے۔ بعض کی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود نشان دہی کی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا درایت کے حوالے سے ایک منہج تھا اور کچھ اصول تھے جن کی بنیاد پر آپ نے سند کی درستی کے باوجود بعض احادیث کو قبول نہیں کیا۔

اس مقالے میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ درایت کے حوالے سے احادیث پرکھنے کے لیے امام ابن کثیر کے اصول کیا تھے اور انھوں نے انھیں کس طرح استعمال کیا ہے؟

ابن کثیر کا درایتی منہج

تفسیر ابن کثیر کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ صرف سند کی صحت کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ متن کی صحت کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے ایسی متعدد روایات کو قبول نہیں کیا جن کی سند تو درست تھی لیکن اس کے متن میں کوئی خامی تھی۔ روایات پر ان کے مندرجہ ذیل تبصرے اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ درایت کے اصول کے قائل تھے، کہ سند کی صحت کے باوجود ایک روایت اگر درایت کے اصول پر پوری نہیں اترتی تو اسے رد کیا جاسکتا ہے: "وَهَذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ عَنْ مُجَاهِدٍ، وَقَوْلٌ غَرِيبٌ خِلَافَ الظَّاهِرِ

والد کے ساتھ سوڈان گئے۔ ۲۶/ ذیقعدہ ۱۳۷۷ ہجری بمطابق ۱۹۵۸ء کو وفات پاگئے۔ ان کا تعلق آل ابی علیا سے ہے۔ حدیث اور تفسیر کے عالم تھے۔ والد نے ان کا نام احمد، شمس الائمۃ ابو الاشبال رکھا تھا۔ انھوں نے جامعہ ازھر سے تعلیم مکمل کی۔ ملاحظہ ہو: زرکلی، **الأعلام** ۱: ۲۵۳۔

۱۵۔ احمد محمد شاکر، **عمدة التفسير** (قاہرہ: دار المعارف، ۱۹۵۶ء)، ۱: ۲۲۔

مِنَ السِّيَاقِ." [۱۶] (مجاہد سے یہ سند تو جید ہے، لیکن یہ قول غریب ہے اور ظاہر کے خلاف ہے۔) "وَهَذَا الْإِسْنَادُ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَهُوَ غَرِيبٌ جِدًّا." [۱۷] (اس سند کے رجال تو ثقات ہیں، لیکن یہ بہت ہی زیادہ غریب ہے۔) "هَذَا إِسْنَادٌ قَوِيٌّ ثَابِتٌ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَهُوَ قَوْلٌ غَرِيبٌ جِدًّا." [۱۸] (یہ سند قوی ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور **صحیح مسلم** کی شرط کے مطابق ہے، لیکن یہ قول زیادہ غریب ہے۔) "وَهَذَا إِسْنَادٌ قَوِيٌّ، رجاله كلهم ثقات، وهو حَدِيثٌ مُشْكِلٌ." [۱۹] (یہ سند قوی ہے، اس کے سارے رجال ثقات ہیں، لیکن حدیث محل اشکال ہے۔) "وإسناده جيد قوي ولكن متنه فِي رَفْعِهِ نَكَارَةٌ." [۲۰] (یہ سند قوی اور جید ہے، لیکن اس کے متن میں نکارت ہے جو اسے مرفوع بنانے سے روکتی ہے۔)

محدثین نے درایت کے تقاضوں پر پوری نہ اترنے والی بہت سی روایات کو قبول نہیں کیا اگرچہ ان کے راوی نہایت ثقہ اور اسانید بالکل متصل تھیں۔ محدثین نے اپنی کتابوں میں درایتی نقد کے لیے یہ الفاظ منكر المتن، شاذ، مضطرب، غريب، فيه ظلمة، فيه نظر، فيه نكارة، يقشعر منه الجلد، لايطمئن له القلب، استعمال کیے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ سند کی صحت کے باوجود اس حدیث کے متن سے مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ اس تفسیر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی درایتی نقد کے اظہار کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کیے ہیں:

- وَفِيهِ نَكَارَةٌ تُوجِبُ رَدَّهُ (اس میں نکارت ہے جس کی وجہ سے یہ مردود ہے۔)
- إِسْرَائِيلِيٌّ مُنْكَرٌ (یہ اسرائیلیات میں سے ہے اور منکر ہے۔)
- مُنْكَرٌ جِدًّا (یہ بہت ہی زیادہ منکر ہے۔)

۱۶۔ اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی، **تفسير القرآن العظيم** (بیروت: دارالکتب العلمیة،۱۴۱۹ھ)،۱: ۱۸۶۔

۱۷۔ نفس مصدر،۱: ۲۴۱۔

۱۸۔ نفس مصدر، ۲: ۲۲۰۔

۱۹۔ نفس مصدر، ۳: ۱۱۱۔

۲۰۔ نفس مصدر،۵: ۱۷۷۔

- وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ بَلْ مُنْكَرٌ (یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔)
- وَهُوَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ جِداً بَلْ مُنْكَرٌ بل موضوع (یہ بہت ہی زیادہ غریب ہے بلکہ منکر اور موضوع ہے۔)
- وَفِيهِ نَظَرٌ (اس میں خامی اور عیب ہے۔)
- وَهَذَا الْحَدِيثُ فِيهِ نَكَارَةٌ شَدِيدَةٌ (اس حدیث میں شدید قسم کی نوعیت کی نکارت ہے۔)
- وَفِي متنه نكارة (اس کے متن میں نکارت ہے۔)
- كَلَامٌ غَرِيبٌ (یہ ایک غریب کلام ہے۔)
- وَهَذَا لَا أَصْلَ لَهُ (اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔)
- وَهُوَ خِلَافُ الظَّاهِرِ مِنَ الْآيَةِ (یہ آیت کے ظاہری مفہوم کے مخالف ہے۔)

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں درایتی نقد کے بعد تعارض کے ازالے کے لیے جمع و تطبیق بھی کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو متعارض دلائل میں جمع و تطبیق کے لیے ان کا ایک منہج تھا۔ اس کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ انھوں نے ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ [۲۱] کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما [۲۲] کا یہ قول نقل کیا ہے کہ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ مَنْسُوخَةٌ بِآيَةِ السَّيْفِ فِي بَرَاءَةَ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ [۲۳] کہ یہ آیت سورۃ براءۃ کی اس آیت سے منسوخ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے

۲۱۔ القرآن، ۸: ۶۱۔

۲۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما: پورا نام عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب القرشی الہاشمی ہے اور کنیت ابوالعباس ہے۔ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی تحنیک کی اور یہ دعا فرمائی: اللهم علمه الحكمة (اے اللہ اس کو حکمت عطا فرما)۔ رشتے میں رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ روایت کے اعتبار سے مکثرین صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی وفات ۶۸ ہجری کو ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو: محمد بن اسماعیل البخاری، **التاریخ الکبیر**، باب العین، ترجمہ نمبر ۵ (بیروت: دارالفکر، ۱۹۸۶ء)، ۳: ۵۔

۲۳۔ القرآن، ۹: ۲۹۔

کفار کے ساتھ قتال کا حکم دیا ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول انھوں نے قبول نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ سورۃ براءۃ کی مذکورہ آیت کا اپنا محل ہے اور یہ اس وقت ہے جب ان کے ساتھ قتال ممکن ہو اور اس سے بہت زیادہ جانی نقصان کا اندیشہ نہ ہو، لیکن جب قتال ممکن نہ ہو یا اس کا نقصان بہت زیادہ ہو، تو اس صورت میں ان کے ساتھ صلح اور مداہنت کی اجازت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں کیا تھا۔ اس طرح آپ نے تعارض بین الادلتین دور کر دیا اور یہ فرمایا کہ مذکورہ آیت منسوخ نہیں ہے اور دونوں میں تناقض بھی نہیں ہے۔[۲۴]

۲۔ انھوں نے اس آیت ﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾[۲۵] کے بارے میں سدی کا یہ قول نقل کیا أَيْ لَا يَدِينُونَ بِالزَّكَاةِ کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں۔ پھر یہ کہا کہ مفسرین میں سے بعض نے اس سے مراد زکوٰۃ جو ارکان اسلام میں سے ہے مراد لیا ہے جو درست نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ آیت مکی ہے جب کہ زکوٰۃ سن دو ہجری مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی اس آیت میں زکوٰۃ سے مراد فرض زکوٰۃ نہیں ہے۔ ہاں اگر اس سے مراد صدقہ ہو جو زکوٰۃ کی ابتدائی شکل تھی اور مکہ میں فرض تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے: ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾[۲۶] (اور اللہ کا حق ادا کرو جب اس کی فصل کاٹو) تو پھر یہ درست ہے۔ نماز بھی ابتدائی شکل میں معراج سے پہلے فرض تھی لیکن موجودہ شکل میں معراج ہی میں فرض ہوئی ہے اس طرح زکوٰۃ بھی صدقات کی شکل میں مکی دور میں فرض تھی لیکن موجودہ شکل میں جس میں نصاب اور شرح کا تعین ہو وہ تو مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی۔[۲۷]

۳۔ آپ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ[۲۸] کی یہ روایت نقل کی کہ جب خالد بن حزام رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت

۲۴۔ ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم**، ۴: ۷۴۔

۲۵۔ القرآن، ۶:۴۱۔

۲۶۔ القرآن، ۶: ۱۴۱۔

۲۷۔ ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم**، ۷: ۱۵۰۔

۲۸۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ: نام زبیر بن العوام بن خویلد ہے۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور ان کو حواری رسول کہا جاتا تھا۔ ہجرت سے ۲۸ سال پہلے پیدا ہوئے۔ وہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ ملاحظہ ہو: عبد اللہ بن محمد البغوی، **معجم الصحابۃ** (کویت: مکتبۃ دار البیان، ۲۰۰۰ء)، ۲: ۴۲۸۔

کرنے کے لیے نکلے تو راستے میں سانپ نے انھیں ڈس لیا اور وہ فوت ہوگئے تو ان کے بارے میں یہ آیت اتری ﴿وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [۲۹] (اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، پھر راستہ ہی میں اُسے موت آجائے تو اُس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا، اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم ہے۔) ابن کثیر نے اس پر تنقید کی کہ یہ آیت مدنی ہے اور ہجرت حبشہ کا واقعہ مکی ہے۔ یہ کس طرح اس واقعے کے بارے میں نازل ہو سکتی ہے۔ پھر آپ نے اس کی یوں تاویل کی کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ آیت عام ہے اور اس میں یہ واقعہ بھی داخل ہے۔[۳۰]

۴۔ انھوں نے عمران بن حصین کی یہ روایت نقل کی کہ فقرا کے کسی غلام نے امرا کے کسی غلام کا کان کاٹا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تو غریب ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کیا۔[۳۱] ابن کثیر نے اس پر تنقید کی اور بتایا کہ یہ مشکل حدیث ہے۔ پھر اس کی توجیہ یوں بیان کی کہ ممکن ہے کہ یہ اس فقیر غلام کی بلوغت سے پہلے کا واقعہ ہو یا ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے زخم کا تاوان بھرا ہو۔

تفسیری روایات میں ایسی بہت سی روایات ہمیں ملتی ہیں جو زبان زدعام ہوتی ہیں لیکن اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہوتی اور نہ وہ درایت کے اصول کے مطابق ہوتی ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی روایات نقل کی ہیں لیکن اس کے ساتھ انھوں نے ان کی نشان دہی کی ہے کہ یہ مکمل بے بنیاد ہیں اور کسی کتاب میں ان کا وجود نہیں ہے۔ انھوں نے مندرجہ ذیل روایات کو من گھڑت اور بے اصل قرار دیا ہے:

۱۔ "تَزَوَّجُوا فُقَرَاءَ يُغْنِكُمُ اللّٰهُ"[۳۲] (فقرا سے شادی کرو اللہ تعالیٰ تجھے غنی بنادے گا۔)

۲۔ سورہ ق کے بارے میں یہ جو عام راے ہے کہ یہ پارہ "عم" میں سے ہے بے بنیاد ہے۔[۳۳]

۳۔ "إِذَا أَتَيْتَ أهلك فسم الله فإنه إن وجد لك ولد كتب بِعَدَدِ أَنْفَاسِهِ وَأَنْفَاسِ ذُرِّيَّتِهِ

۲۹۔ القرآن، ۴:۱۰۰۔

۳۰۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۳۴۷۔

۳۱۔ نفس مصدر، ۳: ۱۱۱۔

۳۲۔ نفس مصدر، ۶: ۴۸۔

۳۳۔ نفس مصدر، ۷: ۳۶۶۔

حَسَنَاتٌ"[۳۴] (جب ایک شخص اپنی بیوی کے پاس بسم اللہ پڑھ کر جائے تو اس کے بعد اگر اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے انفاس کے برابر اس کو نیکیاں ملیں گی۔)

۴۔ "مَا تَرَكَ الْقَاتِلُ عَلَى الْمَقْتُولِ مِنْ ذَنْبٍ"[۳۵] (قاتل نے مقتول پر کوئی گناہ نہیں چھوڑا۔ اس کے گناہ معاف ہو گئے۔)

۵۔ "لم یمت صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى تَعَلَّمَ الْكِتَابَةَ"[۳۶] (رسول اللہ ﷺ اس وقت تک نہ مرے جب تک آپ نے کتابت نہیں سیکھی۔) ابن کثیر نے اس پر یہ تنقید کی کہ یہ قرآن پاک کی اس آیت سے متعارض ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾[۳۷] ([اے نبی ﷺ] تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔)

۶۔ " مَنْ أَكَلَ مَعَ مَغْفُورٍ لَهُ غُفِرَ لَهُ"[۳۸] (جو اس کے ساتھ کھائے جس کی مغفرت کر دی گئی ہو تو اس کی بھی بخشش ہو گی۔) اس پر یہ تنقید کی کہ یہ مندرجہ ذیل آیت سے متعارض ہے: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾[۳۹] (اللہ کافروں کے معاملے میں نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کو بہ طور مثال پیش کرتا ہے وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں، مگر انھوں نے اپنے ان شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی نہ کام آسکے دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔)

تفسیر ماثور میں اسرائیلی روایات بہ کثرت موجود ہیں اور ان روایات کی ایک کثیر تعداد درایت کے معیار

۳۴۔ نفسِ مصدر، ۱: ۳۵۔

۳۵۔ نفسِ مصدر، ۳: ۷۹۔

۳۶۔ نفسِ مصدر، ۶: ۲۵۸۔

۳۷۔ القرآن، ۲۹: ۴۸۔

۳۸۔ ابن کثیر، مصدر سابق، ۸: ۱۹۳۔

۳۹۔ القرآن، ۶۶: ۱۰۔

پر پوری نہیں اترتی۔ اس لیے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ان روایات کا ذکر کرتے ہیں اور ان میں صحیح اور غیر صحیح کا تعین بھی کرتے ہیں۔ اسرائیلیات کے بارے میں ان کا نظریہ یہ ہے کہ جو کتاب اللہ اور سنت ثابتہ کے مطابق ہے وہ درست ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ غلط ہے اور جو مسکوت عنھا ہے اس کے بارے میں سکوت افضل ہے۔ استشہاد کے لیے اس کا بیان ممنوع نہیں ہے، البتہ اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں صحیح اور غیر صحیح کا تعین ضروری ہے۔[۴۰] آپ کا یہ نظریہ مندرجہ ذیل مثالوں سے اور ان پر آپ کے تبصروں سے معلوم ہوتا ہے:

۱۔ چناں چہ انھوں نے ہاروت وماروت کے بارے میں مندرجہ ذیل روایت نقل کی۔ "ابو جعفر سے روایت ہے کہ سجل فرشتے کا نام ہے اور ہاروت اور ماروت اس کے دو مددگار ساتھی ہیں۔"[۴۱] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے رواۃ پر بحث نہیں کی بلکہ اس میں موجود نکارت کی بنا پر اس اثر کو رد کیا اور فرمایا کہ یہ ایک غریب اثر ہے۔ اگر ابو جعفر سے اس کی روایت درست بھی ہو تب بھی یہ ناقابل قبول ہے؛ کیوں کہ یہ اسرائیلیات میں سے ہے اور اس میں نکارت ہے۔"[۴۲]

۲۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں یہ روایت بیان کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دن کعب الاحبار رضی اللہ عنہ[۴۳] سے پوچھا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿**وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا**﴾ کا مطلب کیا ہے؟ تو کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو ایک دن اللہ تعالیٰ نے کہا کہ روزانہ میں ابن آدم کے اعمال کے برابر تمھارا مقام اٹھاؤں گا۔ آپ علیہ السلام کے پاس آپ کا دوست فرشتہ آیا تو آپ علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ کی وحی کے بارے میں فرمایا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ملک الموت سے میرا اجل مؤخر کرنے کی سفارش کرنا تاکہ میں زیادہ اعمال کروں۔ فرشتے نے آپ علیہ السلام کو پروں میں اٹھایا اور آسمان تک پہنچایا۔ موت کا فرشتہ ان سے بالکل تیاری کی حالت میں ملا۔ فرشتے نے ملک الموت

۴۰۔ ابن کثیر، مصدر سابق، ۱: ۱۱۔

۴۱۔ مصدر سابق ۱: ۱۲۷۔

۴۲۔ مصدر سابق ۱: ۱۲۷۔

۴۳۔ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ: پورا نام کعب بن ماتع الحمیری الیمانی ہے۔ قبول اسلام سے پہلے یہودی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن سے مدینہ منورہ آئے۔ بنی اسرائیل کی خبریں سناتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنت سیکھی۔ ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جہاد کے لیے جاتے وقت حمص کے راستے میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو: محمد بن احمد الذہبی، **سير أعلام النبلاء** (قاہرہ: دارالحدیث، ۲۰۰۶ء)، ۲: ۴۹۰۔

سے سفارش کی۔ ملک الموت نے پوچھا کہ ادریس کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ادریس ہے۔ ملک الموت نے کہا کہ مجھے حکم ملا تھا کہ میں اس کی جان چوتھے آسمان میں قبض کروں تو میں نے کہا کہ میں کس طرح چوتھے آسمان پر اس کی جان لوں جب کہ وہ زمین پر ہے۔ پھر اس کی جان چوتھے آسمان پر اسی وقت لی۔

آپ نے یہ روایت قبول نہیں کی اور اس پر یہ تبصرہ کیا کہ هَذَا مِنْ أَخْبَارِ كَعْبِ الْأَحْبَارِ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ، وَفِي بَعْضِهِ نَكَارَةٌ کہ یہ کعب کی خبریں ہیں جو اسرائیلیات سے متعلق ہیں اور اس کی بعض باتوں میں نکارت ہے۔[۴۴]

۳۔ یاجوج وماجوج کے بارے میں بعض لوگوں کی طرف سے مروی یہ روایت نقل کی کہ یاجوج وماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے، لیکن حضرت حواء علیہا السلام کی نہیں ہے؛ کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی منی زمین پر گر گئی اور یاجوج وماجوج اس سے پیدا ہوئے۔ اس پر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی سخت تنقید کی اور فرمایا کہ یہ بہت ہی غریب قول ہے جو عقلاً اور نقلاً دونوں طریقوں سے ناقابل قبول ہے؛ کیوں کہ بنی اسرائیل کے بارے میں اہل کتاب جو روایت کریں اس پر اعتماد جائز نہیں ہے۔[۴۵]

تفسیر ابن کثیر میں اصول درایت کی تطبیق

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ایک مفہوم کی وضاحت کے لیے روایات کا سہارا لیتے ہیں اور صحیح روایت کے اثبات کے لیے بعض اوقات درایت کے اصول کو بھی بروئے کار لاتے ہیں۔ اس بحث کے نتیجے میں آپ بعض روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں جب کہ غلط اور فاسد روایات کی تردید کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی تفسیر میں درایت کے مندرجہ ذیل اصول استعمال کیے ہیں:

تاریخی قرائن کے خلاف روایات

انھوں نے تاریخی قرائن کے خلاف روایات کی نشان دہی کی ہے اور درایت کی بنیاد پر ان کو رد کیا ہے۔ یہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ظاہر ہے:

۴۴۔ مصدر سابق، ۵: ۲۱۷۔

۴۵۔ ابن کثیر، مصدر سابق، ۵: ۱۷۵۔

۱۔ آپ نے اس آیت ﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ﴾[۴۶] (وہ دن جب کہ آسمان کو ہم یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیے جاتے ہیں۔) کی تفسیر میں سجل کی وضاحت کے لیے متعدد روایات واقوال نقل کیے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مندرجہ ذیل روایت بھی نقل کی ہے۔ "عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: السِّجِلُّ كَاتِبٌ لِلنَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ" [۴۷] (ابن عمر رضی اللہ عنہما[۴۸] سے روایت ہے کہ سجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کاتب کا نام تھا۔) انھوں نے اس روایت کے رواۃ کی تحقیق نہیں کی بلکہ درایت کی بنیاد پر اسے رد کیا ہے۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں: "یہ منکر روایت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح نہیں ہے۔ اس کے ضعف کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کاتبین وحی نہایت مشہور لوگ تھے، ان میں کیا بلکہ صحابہ میں سے کسی کا نام بھی سجل نہیں تھا۔"[۴۹]

۲۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا ۙ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ [۵۰] (جب ان کو ہماری آیات سنائی جاتی تھیں تو کہتے تھے کہ ہاں سُن لیا ہم نے، ہم چاہیں تو ایسی ہی باتیں ہم بھی بنا سکتے ہیں، یہ تو وہی پُرانی کہانیاں ہیں جو پہلے سے لوگ کہتے چلے آرہے ہیں۔) کی تفسیر میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز تین قیدیوں کے قتل کا حکم دیا تھا:" عقبہ بن ابی معیط، طعیمہ بن عدی اور نضر بن حارث... سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ایک روایت میں طعیمہ کی بجائے مطعم بن عدی کا نام بتایا ہے۔ یہ بات غلط ہے، کیوں کہ

۴۶۔ القرآن،۲۱:۱۰۴۔

۴۷۔ ابن کثیر، مصدرِ سابق، ۵: ۳۳۵۔

۴۸۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ: پورا نام عبد اللہ بن عمر بن الخطاب القرشی العدوی ہے۔ کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ اپنے والد کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے اور اس وقت چھوٹے تھے ,جب کہ ہجرت اپنے والد سے پہلے کی تھی۔ غزوہ خندق میں شرکت کی تھی۔ سن ۷۳ ہجری میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ النمری القرطبی، **الاستيعاب في معرفة الأصحاب** (بیروت: دار الجبل، ۱۹۹۲ء)، ۳: ۹۵۳، ترجمہ نمبر ۱۶۱۲۔

۴۹۔ ابن کثیر، **تفسير القرآن العظيم**، ۵: ۳۳۵۔

۵۰۔ القرآن، ۸: ۳۱۔

مطعم بن عدی تو بدر کے روز زندہ ہی نہیں تھا، اس لیے اس روز حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان مقتولین میں سے کسی کا سوال کرتا تو میں اس کو وہ قیدی دے دیتا۔ آپ ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ مطعم نے آپ ﷺ کو اس وقت تحفظ دیا تھا جب آپ طائف کے ظالموں سے پیچھا چھڑا کر مکہ واپس آرہے تھے۔"(۵۱)

۳۔ ﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِىٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَبِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ﴾ (۵۲) (اس سے کہو، انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انھیں پیدا کیا تھا، اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔) کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے: "عبداللہ بن ابی رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہڈی لے کر آیا اور اسے توڑ دیا پھر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا تو آپ نے فرمایا: "نَعَمْ يُمِيتُكَ اللهَ، ثُمَّ يُحْيِيكَ، ثُمَّ يُدْخِلُكَ جَهَنَّمَ" (کہ اللہ تجھے بھی مارے گا پھر زندہ کرے گا اور پھر جہنم میں داخل کرے گا۔)(۵۳) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو تاریخی قرائن کی خلاف ورزی کی بنا پر رد کر دیا اور یہ فرمایا کہ عبد اللہ ابن ابی تو مدینہ منورہ میں تھے اور سورۃ یٰس کی یہ آیات مکہ میں اتری ہیں۔

۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: هَذِهِ فِي الْمُنَافِقِينَ کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے رواۃ پر بحث کے بجائے تاریخی قرائن کے خلاف ہونے کی وجہ سے اسے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ وفيه نظرٌ، فَإِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ مَكِّيَّةٌ، وَالْمُنَافِقُونَ إِنَّمَا كَانُوا بِالْمَدِينَةِ(۵۴) یہ درست نہیں ہے کیوں کہ یہ آیت مکی ہے اور منافقین مدینہ میں تھے۔

۵۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ کی تفسیر میں مندرجہ ذیل روایت نقل کی: "جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب باہر نکلتے تھے تو ابو طالب آپ ﷺ کے ساتھ ایک محافظ بھیجتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اتری تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا کہ اب میرے ساتھ کسی کے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"(۵۵) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت

۵۱۔ ابن کثیر، مصدرِ سابق، ۴: ۴۱۔

۵۲۔ القرآن، ۳۶: ۷۸۔

۵۳۔ ابن کثیر، مصدرِ سابق، ۶: ۵۲۹۔

۵۴۔ مصدر سابق، ۳: ۲۲۰

۵۵۔ مصدر سابق، ۳: ۱۳۹

قبول نہیں کی اور فرمایا کہ یہ ایک عجیب روایت ہے۔ آیت مدینہ میں اتری ہے اور یہ حدیث بتارہی ہے کہ یہ مکی ہے کیوں کہ ابوطالب مکہ میں تھے۔ یہ ایک واقعاتی شہادت ہے جس کی بنیاد پر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو رد کیا ہے۔[۵۶]

۶۔ ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾[۵۷] کے بارے میں ابن کثیر نے مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے نَزَلَتْ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ کہ یہ آیت بنو قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس روایت کو ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی قرائن کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ آیت کا سیاق وسباق بتارہا ہے کہ یہ غزوہ بدر کے بارے میں ہے؛ جب کہ بنو قریظہ کا معاملہ اس کے کئی سال بعد پیش آیا تھا، لہٰذا مجاہد کا یہ قول درست نہیں ہے۔[۵۸]

۷۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ[۵۹] کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ آیت ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ﴾ املا کرائی تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے وجہ پوچھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے ہی الفاظ کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی قرائن کی مخالفت کی وجہ سے اسے قبول نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ یہ سورت مکی ہے اور مکہ میں ہی یہ مکمل ہوئی تھی۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھتے تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے تو مدینہ میں اسلام قبول کیا تھا تو کس طرح معاذ بن جبل نے فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ کا مشورہ دیا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ لکھا۔[۶۰]

۵۶۔ مصدر سابق، ۳: ۱۳۹

۵۷۔ القرآن، ۸: ۶۱۔

۵۸۔ ابن کثیر، مصدرِ سابق، ۴: ۷۴۔

۵۹۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ: پورا نام زید بن ثابت بن الضحاک الانصاری النجاری ہے۔ ان کی والدہ کا نام نوار بنت مالک ہے۔ کنیت ابو سعید ہے۔ ہجرت کے وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ بدر میں عمر کی کمی کی وجہ سے شرکت نہیں کی۔ احد اور بعض معرکوں میں شرکت کی۔ وہ کاتبین وحی اور فقہا صحابہ کرام میں سے تھے۔ سن ۴۵ ہجری میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ابن عبدالبر، **الإستيعاب**، ۲: ۵۳۷۔

۶۰۔ ابن کثیر، مصدرِ سابق، ۵: ۴۰۹۔

۸- ﴿وَاِذۡ يَمۡكُرُ بِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِيُثۡبِتُوۡكَ اَوۡ يَقۡتُلُوۡكَ اَوۡ يُخۡرِجُوۡكَ﴾ (۶۱) کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ قریش کا آپ کے بارے میں کیا منصوبہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ مجھے قتل کرنا یا جلا وطن کرنا یا مجھ پر جادو کرنا چاہتے ہیں۔ ابو طالب کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مجھے میرے رب نے بتایا ہے۔ اس کے بعد یہ آیت اتری۔ (۶۲) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''اس میں ابو طالب کا ذکر بہت ہی زیادہ عجیب بلکہ منکر ہے؛ کیوں کہ یہ آیت مدنی ہے اور ہجرت کا یہ سارا قصہ اور کفار کا مشورہ کہ آپ کو قتل کریں یا جلا وطن کریں یا قید کریں ہجرت کی رات کا ہے اور ابو طالب اس سے تین سال پہلے فوت ہو چکے تھے لہٰذا یہ نا قابل قبول ہے۔'' (۶۳)

۹- حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی کہ انھوں نے فرمایا کہ ہماری والدہ مدینہ منورہ شرک کی حالت میں آئی۔ تو ہم نے آپ ﷺ سے اجازت مانگی کہ ہماری ماں ہیں، کیا ہم ان سے مل سکتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں آپ ان سے مل لیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ منکر ہے؛ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں ام رومان تھیں جو مسلمان تھیں اور جس نے ہجرت بھی کی تھیں اور ام اسماء کوئی اور ہے۔ (۶۴)

۱۰- ﴿وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ﴾ (۶۵) کے شان نزول میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن آئے کہ آپ کے پاس یہ فقیر غلام بیٹھے رہتے ہیں۔ ہم عرب کے بڑے لوگ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جب ہم آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو اٹھا دیا کریں تا کہ عرب ہمیں آپ کے پاس ان کے ساتھ نہ دیکھیں کیوں کہ یہ ہمارے لیے بے عزتی کا باعث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر ان دونوں نے کہا کہ آپ ہمیں لکھ کر دیں کہ آپ اس طرح کریں گے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور لکھنے کے لیے کہا لیکن

۶۱- القرآن، ۸: ۳۰۔

۶۲- ابن کثیر، مصدرِ سابق، ۴: ۳۸۔

۶۳- نفسِ مصدر، ۴: ۳۸۔

۶۴- نفسِ مصدر، ۸: ۱۱۹۔

۶۵- القرآن، ۶: ۵۲۔

اس وقت یہ آیت اتری تو آپ ﷺ نے کاغذ پھینکا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر تنقید کی کہ یہ آیت مکی ہے اور اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن تو بہت بعد میں، ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے تو یہ آیت کس طرح اس واقعے کے بارے میں اتر سکتی ہے۔ (۶۶)

۱۱۔ ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ (۶۷) کی تفسیر میں ابو سعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت جب اتری تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فدک ان کو دیا۔ ابن کثیر نے تاریخی شواہد کی بنا پر اس پر تنقید کی ہے کہ یہ آیت تو مکہ مکرمہ میں اتری تھی اور فدک کا علاقہ مدینہ منورہ سات ہجری کو فتح ہوا تھا۔ (۶۸)

مسلمہ اصول کے خلاف روایت

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں مسلمہ روایات، اصول اور قواعد کے خلاف جو روایات تھیں ان کی نشان دہی کر کے رد کیا ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل روایات کی مثالیں دی جاسکتی ہیں:

۱۔ ”کوئی بندہ سات مرتبہ یہ دعا حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ پڑھے وہ اسے مانے یا نہ مانے اللہ تعالیٰ ہر اہم کام میں اس کے لیے کافی ہو گا۔“ (۶۹)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے رواۃ کی تحقیق نہیں کی بلکہ درایت کی بنیاد پر کہ یہ دین کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے، لہٰذا صَادِقًا كَانَ بِهَا أَوْ كَاذِبًا کے اضافے کو رد کر دیا۔ (۷۰)

۲۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے خطیب بغدادی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو زندہ کیا اس نے آپ ﷺ پر ایمان لایا اور اس کے بعد وہ دوبارہ فوت ہو گئی۔“ (۷۱) قبول نہیں کی کیوں کہ دین کے مسلمات کے خلاف ہے۔ احیاء بعد

۶۶۔ ابن کثیر، مصدرِ سابق، ۳: ۲۳۲۔

۶۷۔ القرآن، ۱۷: ۲۶۔

۶۸۔ ابن کثیر، مصدرِ سابق، ۵: ۶۳۔

۶۹۔ مصدر سابق، ۴: ۲۱۴۔

۷۰۔ مصدر سابق، ۴: ۲۱۴۔

۷۱۔ مصدر سابق، ۴: ۱۹۵۔

الموت اس دنیا میں ممکن نہیں ہے۔ یہ قیامت قائم ہونے کے بعد ہوگا تو رسول اللہ ﷺ کی والدہ کو ایمان لانے کے لیے کس طرح زندہ کیا گیا۔ (۷۲)

۳۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انھوں نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ بنی اسرائیل ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے توسط سے آپ سے دعا کرتے ہیں۔ آپ مجھے بھی ان میں چوتھا شامل کر دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے کہا ابرہیم علیہ السلام نے آگ میں پھینکنے پر صبر کیا، اسحاق علیہ السلام نے ذبح ہونے پر صبر کیا اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے گم ہونے پر صبر کیا اور تم پر ایسی کوئی مصیبت نہیں آئی۔ (۷۳)

ابن کثیر نے اس روایت کے رواۃ کی تحقیق نہیں کی بلکہ درایت کی بنیاد پر اسے رد کیا ہے کہ یہ دین کے مسلمہ شواہد کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فَإِنَّ الصَّحِيحَ أَنَّ إِسْمَاعِيلَ هُوَ الذَّبِيحُ کہ صحیح یہ ہے کہ ذبیح اللہ اسماعیل تھے اور اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ذبیح اللہ اسحاق علیہ السلام تھے۔ (۷۴)

۴۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی آدھی امت کی مغفرت اور شفاعت میں کسی کے انتخاب کا اختیار دیا تو میں نے شفاعت کا انتخاب کیا اور مجھے اپنی امت خوب معلوم ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ مجھ سے پہلے اس میں جلدی نہ کرتا تو میں کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام سے جب ذبح کی تکلیف ہٹائی تو اسے کہا کہ مانگ جو مانگتے ہو تو اس نے کہا میں اس میں جلدی کروں گا اور پھر اس نے کہا کہ جو حالت شرک میں نہیں مرا اس کی مغفرت کر کے اسے جنت میں داخل کر دے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس میں اسحاق علیہ السلام کے ذبح کے بارے میں ادراج کیا گیا ہے کیوں کہ ذبیح تو اسمٰعیل علیہ السلام ہیں کیوں کہ قربانی اور تمام مناسک مکہ میں ادا ہوئے تھے اور اسحاق علیہ السلام تو شام کے علاقے کنعان میں تھے۔ (۷۵)

۷۲۔ مصدر سابق، ۴: ۱۹۵۔

۷۳۔ مصدر سابق، ۴: ۳۴۷۔

۷۴۔ مصدر سابق، ۴: ۳۴۷۔

۷۵۔ مصدر سابق، ۷: ۲۶۔

۵- حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن آپ سے ان کے بھائی نے پوچھا کہ کس بات نے تمھیں نظر سے محروم کیا اور تمھاری کمر کو ٹیڑھا کر دیا تو انھوں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے غم نے مجھے نظر سے محروم کر دیا ہے اور بنیامین کے غم نے میری کمر ٹیڑھی کر دی۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور ان سے کہا کہ تجھے کوئی حیا نہیں ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی شکایت غیروں سے کرتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ سے اپنے غم کی شکایت کرتا ہوں۔ اس پر فرشتے نے کہا کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تو کس سے شکایت کرتا ہے۔[۷۶] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث قبول نہیں کی؛ کیوں کہ اس میں ایک نبی کی طرف جھوٹ اور لاعلمی کی نسبت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے سے لاعلم ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ غریب ہے اور اس میں نکارت ہے۔

۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت ﴿إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ جب اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ میں منذر ہوں اور لکل قوم ھاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ اے علی آپ ہادی ہیں۔ میرے بعد آپ ہی سے لوگ ہدایت پائیں گے۔[۷۷] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یہ تبصرہ کیا ہے وَهَذَا الْحَدِيثُ فِيهِ نكَارَةٌ شَدِيدَةٌ کہ اس میں بہت زیادہ نکارت ہے؛ کیوں کہ اس آیت میں اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں ہے۔ کیوں کہ علی کو ہادی ماننے کا لازمی تقاضا یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی نہیں ہیں بلکہ صرف منذر ہیں اور ہادی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جن سے لوگوں کو ہدایت ملتی ہے اور یہ دین کے بنیادی اصول کے خلاف ہے۔

۷- ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ بچہ بلوغت سے پہلے نیک اعمال کرے تو اس کا اجر اس کے والدین کو ملتا ہے اور اگر برا عمل کرے تو نہ اس کو اس کا گناہ ملتا ہے اور نہ اس کے والدین کو۔ جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو اس پر دو فرشتے مقرر کر دیے جاتے ہیں تاکہ وہ اس کے اعمال لکھیں۔ جب وہ چالیس سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنون، جذام اور برص سے حفاظت دے دیتا ہے۔ پچاس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب ہلکا کر دیتا ہے۔ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو

۷۶- مصدر سابق، ۴: ۳۴۸

۷۷- مصدر سابق، ۴: ۳۷۲

وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔ ستر سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو وہ آسمان والوں کا محبوب بن جاتا ہے۔ اسی سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال لکھتا ہے اور برے اعمال سے تجاوز کرتا ہے اور نوے سال کی عمر میں اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔[۷۸] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت قبول نہیں کی اور فرمایا کہ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ جِداًّ، وَفِيهِ نكَارَةٌ شَدِيدَةٌ کہ یہ حدیث بہت ہی زیادہ غریب ہے اور اس میں شدید قسم کی نکارت ہے۔[۷۹]

۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ زہرہ پر لعنت کرے کیوں کہ اسی نے ہاروت و ماروت کو گم راہ کیا تھا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت قبول نہیں کی کیوں کہ یہ دین کے بنیادی اصول کے خلاف ہے کہ انسان کس طرح ایک فرشتے کو گم راہ کر سکتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہدایت اور ضلالت تو انسان کے لیے ہیں، فرشتوں کے لیے نہیں۔[۸۰]

۹۔ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی کہ اللہ تعالیٰ نے موسی بن عمران کو ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا حکم دیا تھا کیوں کہ جو اسے اس طرح پڑھتا ہے تو اسے شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان، انبیا کا ثواب اور صدیقین کا عمل ملتا ہے اور اس کے اس طرح پڑھنے میں جو کوتاہی کرتا ہے تو وہ نبی ہو گا یا صدیق ہو گا یا وہ بندہ ہو گا جس کا دل امتحان کے لیے چنا گیا ہو یا وہ بندہ ہو گا جس کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت مطلوب ہو۔[۸۱] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو درایت کی روشنی میں قبول نہیں کیا۔

۱۰۔ عبد الرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ مطہرہ کا مطلب یہ ہے کہ جسے حیض نہ آئے اور حواء علیہا السلام کو اسی طرح پیدا کر دیا گیا تھا لیکن جب وہ شجرہ ممنوعہ میں سے کھانے کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے کہا کہ إِنِّي خَلَقْتُكِ مُطَهَّرَةً وَسَأُدْمِيكِ كَمَا أَدْمَيْتِ هَذِهِ الشَّجَرَةَ میں نے تو تجھے پاک پیدا کیا تھا لیکن اب میں تجھے خون آلود کروں گا جس طرح تو نے اس درخت کو خون آلود کر دیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبول نہیں کیا کیوں کہ یہ دین کے بنیادی اصولوں کے خلاف

۷۸۔ مصدر سابق، ۵: ۳۴۹۔

۷۹۔ مصدر سابق، ۵: ۳۴۹۔

۸۰۔ مصدر سابق، ۱: ۲۴۱۔

۸۱۔ مصدر سابق، ۱: ۵۱۷۔

ہے۔[۸۲]

۱۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ زہرہ فارس کی ایک خوب صورت عورت تھی جسے ہاروت وماروت نے گناہ کی دعوت دی تو وہ اس شرط پر راضی ہوئی کہ مجھے وہ کلام سکھائیں جس کے پڑھنے کے بعد انسان آسمان پر چلا جاتا ہے۔ہاروت وماروت نے وہ کلام سکھایا تو وہ آسمان پر چلی گئی اور زھرہ ستارہ بن گئی۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تنقید کی اور فرمایا: وَهَذَا الْإِسْنَادُ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَهُوَ غَرِيبٌ جِدًّا کہ اس کے رجال اگرچہ ثقات ہیں لیکن یہ بہت ہی زیادہ غریب ہے۔[۸۳]

۱۲۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن بشیر کی یہ روایت نقل کی کہ اللہ تعالیٰ نے لقمان علیہ السلام کو نبوت اور حکمت میں کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا تو آپ نے حکمت کا انتخاب کیا؛ چناں چہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور نیند میں آپ پر حکمت نچھاور کی۔[۸۴] ابن کثیر نے اسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ یہ ایک غریب اثر ہے۔ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل تھے کہ سند کی صحت کے باوجود ایک روایت درایت کے اصول پر پوری نہ اترتی ہو تو اسے رد کیا جاسکتا ہے۔

صحیح احادیث وسنت کی مخالفت

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح احادیث اور سنت کے مخالف جو روایات تھیں ان کی بھی نشان دہی کی ہے اور ان کو قبول نہیں کیا: اس کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ کی تفسیر میں مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ متى أموت لعملت عملا صالحا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں کب مروں گا تو میں نیک اعمال کرتا۔[۸۵] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دیگر ثابت احادیث کی مخالفت کی وجہ سے قبول نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ہمیشہ نیک ہی ہوتے تھے۔نیک اعمال کے لیے آپ کو موت کا وقت

۸۲۔ مصدر سابق،۱: ۱۱۴۔

۸۳۔ مصدر سابق،۱: ۲۴۱۔

۸۴۔ مصدر سابق،۶: ۲۹۹۔

۸۵۔ مصدر سابق،۳: ۴۷۳۔

معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔[۸۶] انھوں نے اس کے خلاف مندرجہ ذیل احادیث پیش کیں:

- ”كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً، وَأَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُ“[۸۷] (نبی کریم ﷺ کے اعمال میں مداومت ہوتی تھی اور تم میں کون ہے جو ان اعمال کی طاقت رکھتا ہو جن کی نبی کریم ﷺ طاقت رکھتے تھے۔)
- ”كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ، وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ، أَوْ مَرِضَ، صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً“[۸۸] (رسول اللہ ﷺ جو بھی عمل کرتے تھے وہ مواظبت کے ساتھ کرتے تھے۔ جب رات کو سو جاتے تھے یا بیمار پڑ جاتے تھے تو دن کو بارہ رکعات پڑھتے تھے۔)

۲۔ ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾[۸۹] (کیا اب لوگ اس کے منتظر ہیں کہ ان کے سامنے فرشتے آ کھڑے ہوں، یا تمھارا رب خود آ جائے، یا تمھارے رب کی بعض صریح نشانیاں نمودار ہو جائیں؟ جس روز تمھارے رب کی بعض مخصوص نشانیاں نمودار ہو جائیں گی پھر کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی ہو اے محمدؐ! ان سے کہہ دو کہ اچھا، تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔) کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے” اس دن سورج اور چاند اکٹھے مغرب سے طلوع ہوں گے اور جب آدھے آسمان تک پہنچ جائیں گے تو واپس ہو جائیں گے اور وہاں چلے جائیں گے جہاں سے یہ آئے ہوں گے۔“[۹۰] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ یہ بہت ہی زیادہ غریب اور

۸۶۔ مصدر سابق

۸۷۔ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الرقاق، بَابُ القَصْدِ وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَى العَمَلِ (قاہرہ: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، ۸: ۹۸، رقم: ۶۴۶۶۔

۸۸۔ مسلم بن الحجاج، **الصحیح**، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، بَابُ جَامِعِ صَلَاةِ اللَّيلِ، وَمَنْ نَامَ عَنْهُ أَوْ مَرِضَ، ۱: ۵۱۵، رقم: ۷۴۶۔

۸۹۔ القرآن، ۶: ۱۵۸۔

۹۰۔ مصدر سابق، ۳: ۳۳۸۔

منکر ہے بلکہ موضوع ہے۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس تجلی سے چھے پہاڑ اڑ گئے۔ ان میں سے تین مدینہ میں آئے اور تین مکہ میں آئے۔ جو مدینہ میں آئے ان کے نام یہ ہیں احد، ورقان اور رضوی اور جو مکہ میں آئے ان کے نام یہ ہیں حرا، ثور اور ثبیر (۹۱) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث قبول نہیں کی اور فرمایا کہ یہ منکر ہے۔

عقل کے خلاف روایات

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف عقل مرویات کی بھی نشان دہی کی اور ان کو درایت کی بنیاد پر قبول نہیں کیا۔ اس کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک فرشتہ ہے جسے اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کو نگلنے کا حکم ہو تو ان کو وہ ایک ہی لقمے میں نگل لے گا۔ اس کی تسبیح سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تنقید کی اور فرمایا کہ یہ بہت ہی زیادہ غریب حدیث ہے بلکہ منکر ہے۔ (۹۲)

۲۔ ابن عمرو رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ یاجوج وماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ اگر ان کو چھوڑ دیا گیا تو یہ اہل زمین پر ان کی زندگی کو تباہ کر دیں گے۔ اور ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک وہ اپنے پیچھے ایک ہزار ذریت نہیں چھوڑ دیتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت قبول نہیں کی اور فرمایا کہ یہ منکر ہے۔ (۹۳)

۳۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمان بن الاعرج کی یہ روایت نقل کی ہے کہ اس آیت ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ (۹۴) میں دخان سے مراد كَانَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فتح مکہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑی فوج کی صورت میں آنا ہے۔ یہ اس روایت کو قبول نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ قول بہت ہی زیادہ

۹۱۔ مصدر سابق، ۳: ۴۲۳۔

۹۲۔ مصدر سابق، ۵: ۱۰۶۔

۹۳۔ مصدر سابق، ۵: ۱۷۹۔

۹۴۔ القرآن، ۴۴: ۱۰۔

غریب ہے بلکہ منکر ہے۔ (۹۵)

۴۔ ﴿لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا﴾ کی تفسیر میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حقب ایک مہینے کے برابر ہے جس میں تیس دن ہیں اور سال میں بارہ مہینے اور تین سو ساٹھ دن ہیں اور ہر دن ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ تو گویا حقب تیس لاکھ سالوں کے برابر ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ یہ منکر ہے۔ (۹۶)

۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ٹھرا اور فوراً بچہ پیدا ہوا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ غریب ہے۔ (۹۷)

قرآن پاک کے خلاف روایات

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کے خلاف جو مرویات تھیں ان کی بھی نشان دہی کی اور ان کو درایت کی بنیاد پر قبول نہیں کیا۔ اس کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ستر ساتھیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ زندگی دوبارہ ملنے کے بعد انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ "يَا مُوسَى إِنَّكَ لَا تَطْلُبُ مِنَ اللهِ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاكَ، فَادْعُهُ أَنْ يَجْعَلَنَا أَنْبِيَاءَ، فَدَعَا بِذٰلِكَ فَأَجَابَ اللهُ دَعْوَتَهُ" (کہ اے موسیٰ تو اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے وہ تجھے دے دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کر دو کہ وہ ہمیں انبیا بنا دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کیا۔) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس روایت پر تنقید کی ہے اور فرمایا کہ بنو اسرائیل میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں صرف حضرت ہارون اور حضرت یوشع بن نون علیہما السلام نبی تھے۔ کسی اور نبی کا ذکر کہیں موجود نہیں ہے۔ اگر یہ نبی ہوتے تو ان کا بھی ذکر ہوتا۔ اس روایت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان ستر آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا حالاں کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہیں دیکھا۔ جب اس نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لن ترانی تو کس طرح ان ستر آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ (۹۸)

۹۵۔ ابن کثیر، مصدر سابق، ۷: ۲۲۷۔

۹۶۔ مصدر سابق، ۸: ۳۱۰۔

۹۷۔ مصدر سابق، ۵: ۱۹۷۔

۹۸۔ مصدر سابق، ۱: ۱۶۷

۲۔ ﴿وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوۡتَ﴾ [۹۹] کی تفسیر میں ابن جریر طبری کے حوالے سے مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے مُسِخَتْ قُلُوبُهُمْ وَلَمْ يُمْسَخُوا قِرَدَةً وَإِنَّمَا هُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللهُ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفاراً [۱۰۰] کہ ان کے دلوں کو مسخ کر دیا گیا تھا اور ان کے چہرے مسخ نہیں ہوئے تھے اس کی مثال قرآن کی وہ آیت ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جو کتابیں لے کر جاتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تنقید کی اور یہ فرمایا کہ قرآن پاک کے ظاہر کے خلاف ہے۔ [۱۰۱]

۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا الا یہ کہ مہاجر مومن عورتیں ہوں۔ آپ نے دین اسلام کے علاوہ دوسرے دین کی پیروکار عورتوں کے ساتھ نکاح سے منع فرمایا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبول نہیں کیا اور اس حدیث کو فرمایا کہ یہ بہت ہی زیادہ غریب حدیث ہے۔ [۱۰۲] یہ قرآن کی اس آیت کے بھی مخالف ہے: ﴿وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ اِذَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ مُحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ وَلَا مُتَّخِذِىۡۤ اَخۡدَانٍ﴾ [۱۰۳] (اور محفوظ عورتیں بھی تمھارے لیے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا اُن قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، بشرطے کہ تم اُن کے مہر ادا کر کے نکاح میں اُن کے محافظ بنو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو اپنی فوت شدہ بیوی کی بیٹی سے، جو اس کی سابقہ شوہر سے تھی اور اس کے ساتھ نہیں رہ رہی تھی شادی کا مشورہ دیا۔ اس آدمی نے جب اعتراض کیا کہ کیا یہ ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىۡ فِىۡ حُجُوۡرِكُمۡ﴾ [۱۰۴] کی وجہ سے محرمات میں نہیں ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے

۹۹۔ القرآن،۵:۶۰۔

۱۰۰۔ القرآن،۵: ۶۲۔

۱۰۱۔ ابن کثیر، مصدر سابق،۱: ۱۸۶۔

۱۰۲۔ مصدر سابق،۱ :۴۳۷۔

۱۰۳۔ القرآن،۵: ۵۔

۱۰۴۔ القرآن،۴:۲۳

بتایا کہ وہ تو تمھارے گود میں نہیں تھی۔ یہ اس کے بارے میں ہے جو تمھاری گود میں ہو۔(۱۰۵) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قرآن کی مخالفت کی وجہ سے قبول نہیں کیا اور کہا کہ یہ ایک غریب قول ہے۔

۵۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس نے کسی مؤمن کو قصداً قتل کیا تو وہ کافر ہو گیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے۔(۱۰٦)

٦۔ ﴿وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴾(۱۰۷) کے بارے میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ اس سے مراد شیاطین ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تنقید کی کہ شیاطین تو قرآن کی تلاوت سے، آذان سے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھاگتے ہیں۔(۱۰۸)

۷۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یاجوج وماجوج کے بارے میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یاجوج وماجوج ہر روز اس سد کو کھودتے ہیں اور روزانہ وہ اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح وہ شام کو چھوڑ چکے ہوتے ہیں پھر ایک دن وہ ان شاء اللہ کہہ دیں گے اور اگلے دن وہ اس کو گرا دیں گے اور اس طرح وہ کھل جائیں گے۔(۱۰۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ان الفاظ میں تنقید کی:

"اس حدیث کی سند بہت عمدہ اور قوی ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بات کی نسبت کرنا محل اعتراض ہے، کیوں کہ قران مجید یہ تقاضا کرتا ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے "یاجوج وماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آسکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لیے اور بھی مشکل تھا۔ ذوالقرنین نے کہا: "یہ میرے رب کی رحمت ہے مگر جب میرے رب کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ اس کو ختم کر دے گا"(۱۱۰) کہ یاجوج وماجوج سدِ ذوالقرنین کی مضبوطی، اور سختی کی وجہ سے نہ اس پر چڑھ سکے اور نہ اس میں نقب لگا سکے۔ یہ روایت اصل میں کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بہ کثرت بیٹھتے اور انھیں روایات سنایا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ ان سے سن کر بیان کی اور

۱۰۵۔ ابن کثیر، مصدر سابق،، ۲: ۲۲۰

۱۰٦ – مصدر سابق، ۲: ۳۳۵

۱۰۷ – القرآن، ۱۷:۴٦

۱۰۸۔ مصدر سابق، ۵: ۷٦۔

۱۰۹۔ مصدر سابق، ۵: ۱۷۷۔

۱۱۰۔ القرآن، ۱۸:۹۷۔

راوی نے غلط فہمی سے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا۔"[۱۱۱]

۹۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو دنیا اور آخرت میں کسی ایک چیز کے انتخاب کا اختیار دیا اور طلاق کا اختیار نہیں دیا تھا۔ اس پر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تنقید کی کہ یہ قرآن پاک کی اس آیت کے ظاہر کے خلاف ہے۔[۱۱۲] ﴿فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾[۱۱۳] (اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ، میں تمھیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں۔)

۱۰۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن ابی اوفی کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ ساری تعریفیں اس خدا کے لیے جو جسے چاہے اسے گم راہی سے نکال کر ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہے اسے گم راہی دے دیتا ہے۔[۱۱۴] ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبول نہیں کیا اور یہ کہا کہ یہ بہت زیادہ غریب حدیث ہے۔

۱۱۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ[۱۱۵] کی یہ حدیث نقل کی ہے مَنْ قَرَض بَيْتَ شِعْرٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ تِلْكَ اللَّيْلَةِ کہ جو عشا کے بعد شعر کا ایک مصرع بنائے تو اس کے اس رات کی نماز قبول نہیں ہو گی۔ آپ نے اس پر سخت تنقید کی اور فرمایا کہ یہ غریب ہے اور مندرجہ ذیل دلائل سے متصادم ہے۔:[۱۱۶]

۱۔ شعر شرعاً جائز ہے۔

۱۱۱۔ ابن کثیر، مصدر سابق، ۵: ۱۷۷

۱۱۲۔ مصدر سابق، ۶: ۳۶۲

۱۱۳ ۔ القرآن، ۲۸:۳۳

۱۱۴۔ مصدر سابق، ۶: ۴۷۴

۱۱۵۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ: نام شداد بن اوس بن ثابت الانصاری النجاری ہے۔ کنیت ابو یعلی یا ابو عبد الرحمن ہے۔ وہ حسان بن ثابت (جو شاعر النبی تھے) کے بھتیجے ہیں۔ وہ طبقہ اولی کے صحابی ہیں۔ سن ۵۸ ہجری کو شام میں وفات پا گئے تھے۔ وہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ملاحظہ ہو احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، **الإصابة في تمييز الصحابة** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۵ھ)، ۳:۳۱۹، ترجمہ نمبر ۳۸۵۱۔

۱۱۶۔ مصدر سابق، ۶: ۵۲۸۔

۲۔ آپ ﷺ حسان بن ثابت،[117] کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے اشعار سنتے تھے۔

۳۔ امیہ بن صلت کے بارے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا شعر مسلمان ہو گیا تھا لیکن وہ کافر رہا۔

۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكَمًا کہ بعض بیان میں جادو اور بعض شعر میں حکمت ہوتی ہے۔

خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کسی حدیث کی قبولیت کے لیے صرف سند کی صحت کو کافی نہیں سمجھتے، بلکہ متن کی پرکھ میں درایتی امور کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ ان درایتی امور میں حدیث کے متن کو وہ تاریخی قرائن، مسلمہ اصولوں، صحیح احادیث اور سنت، عقل، قرآن کریم وغیرہ امور کے مطابق پرکھتے ہیں اور جو متن ان کے مطابق نہ ہو تو اس کو رد کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ سفارش بھی کی جاتی ہے کہ ابن کثیر کی تفسیر کے بالاستیعاب مطالعے سے ایسے مزید مقامات نمایاں کیے جائیں، جہاں وہ درایت کے مطابق روایات کو پرکھتے ہیں۔ یہی کام دیگر تفاسیر کی روشنی میں بھی کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۷۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ: پورا نام حسان بن ثابت بن المنذر الانصاری ہے۔ کنیت ابو عبد الرحمن یا ابو الحسام ہے۔ ان کی والدہ کا نام فریعۃ بنت خالد بن خنیس ہے۔ وہ شاعر رسول اللہ تھے۔ شام میں ۸۰ ہجری کو وفات پا گئے۔ ملاحظہ ہو: ابن عبد البر، **الإستيعاب**، ۲۱: ۳۴۱، ترجمہ نمبر ۵۰۷۔)